

تذکرہ  
امام احمد رضا بریلوی

اپنوں اور غیروں کی نظر میں

محمد عبید اللہ خان قادیانی

مکتبہ قادیانیہ  
جامعہ نظامیہ ضریف  
لاہور





رسالہ ————— امام احمد رضا بریلوی اپنوں اور بیگانوں کی نظر میں  
تالیف ————— محمد عبدالحکیم شرف قادری  
کتابت ————— مولانا شاہ محمد شمس الدین قادری قصبہ، فون ۳۱۲۲  
پروف ریڈنگ ————— مولانا بشیر احمد سدیدی  
مطبع —————  
بار اول ————— صفر المظفر ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۵ء  
ناشر —————

ملنے کا پتا —————

مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، لوہاری منڈی لاہور  
رہائشی کیشنر، مین بازار داتا دربار لاہور

انجمن رضائے مصطفیٰ، چاہ میران لاہور



ان دنوں چار صفحے کا ایک پمفلٹ ”عقائد جماعت بریلویہ رضویہ“ بڑی  
تعداد میں ملک بھر میں تقسیم کیا جا رہا ہے جس میں غلط بیانی اور دروغ گوئی  
سے کام لیتے ہوئے علمائے اہل سنت پر کھینچا اچھالنے کی کوشش کی گئی ہے  
یہ اشتعال انگیز کارروائی عین اس وقت کی جا رہی ہے جبکہ داخلی اور خارجی  
سازشوں کے ذریعے ملک پاک کے امن و سکون کو درہم برہم کرنے کی مذہم  
کوششیں جاری ہیں۔ اس قسم کے لٹریچر سے امن و امان کی صورت حال بحال  
کرنے میں قطعاً مدد نہیں مل سکتی اور نہ ہی اسے ملکی سلامتی کے لئے نیک فال  
قرار دیا جاسکتا ہے۔

بعض ارباب علم و دانش کے نزدیک اس قسم کے بیڑہ پروپیگنڈے  
کو نظر انداز کر دینا چاہئے جبکہ بعض احباب کی رائے یہ ہے کہ حقیقت حال کا  
اظہار ضروری ہے تاکہ سادہ لوح مسلمان کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ آئندہ سطور میں  
مختصر طور پر ان الزامات کے پھرے سے نقاب ہٹایا جاتا ہے۔

① ایک حدیث کا ترجمہ نقل کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت سے پہلے  
تین قبائل پیدا ہوں گے جن میں سے ”السیلہ“، ”العنسی“ اور ”الختار“ ہیں۔  
ادھر مولانا احمد رضا خاں صاحب کا ایک نام ”الختار“ ہے۔ ہم رضا خانیوں سے  
گزارش کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بتادیں کہ ان کے نزدیک اس حدیث میں ”الختار“ سے مراد  
کون ہے؟ (پمفلٹ)

تعجب ہے کہ جن لوگوں کے نزدیک غیب کا علم کبھی نبی کو دیا گیا اور نہ ولی کو



(دیکھئے تقویۃ الایمان) انہیں یہ حدیث پسند کرتے ہوئے یہ بھی احساس نہ ہوا کہ یہ حدیث تو ہمارے عقیدے ہی کے خلاف ہے، اس میں تو اتنی بڑی غیب کی خبر دی گئی ہے۔ (ب) کیا اس سے پہلے کسی محدث یا دیوبندی عالم نے یہ بیان کیا ہے کہ المختار سے مراد امام احمد رضا بریلوی ہیں اور اگر نہیں تو آپ کو دین میں یہ نئی بدعت نکالنے کی کس نے اجازت دی ہے؟

(ج) قیامت سے پہلے دجالوں کے ظہور کے بارے میں امام مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں كَلِمَاتٍ مِنْ عَمَلِ النَّبِيِّ ان میں سے ہر ایک کا گمان یہ ہو گا کہ وہ نبی ہے۔ امام ابو داؤد، امام ترمذی اور امام ابن حبان کی روایت میں ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا گمان ہو گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے، المختار سے مراد امام احمد رضا بریلوی لینے والے بھی جانتے ہیں کہ امام اہل سنت کا برق بار ظلم جیسے ان لوگوں کے تعاقب میں رہا جو تصدیق نبوت میں لقب لکھا جا رہے تھے جیسے مرزا غلام احمد قادیانی اور اُس کے متبعین، یا وہ ختم نبوت کا ایسا حصّے بیان کرتے تھے جس کے اعتبار سے کسی نئے نبی کے آنے سے ختم نبوت میں کوئی فرق نہیں پڑتا مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:-

”بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔“

(تخیز النکس، کتب خانہ امدادیہ، دیوبند، ص ۲۴)

لہذا کہنے دیجئے کہ امام احمد رضا بریلوی کو دجال المختار کا مصداق قرار دینا حدیث پاک کی کھلی ہوئی تحریف ہے۔

یہی پیش نظر رہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا ایک عقیدت مند پہلے خواب میں اور پھر بیداری میں لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ پڑھتا ہے اور درود

شریف اس طرح پڑھتا ہے اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَمَوْلَانَا أَشْرَفَ عَلَى۔ اس نے اپنے مکتوب میں لکھا کہ زبان میرے قلوب میں نہیں ہے بجائے اس کے کہ جواب میں اسے توبہ واستغفار کی تلقین کی جاتی، تھانوی صاحب اسے لکھتے ہیں:

”اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔“

(الام، ۱۰، ماہ صفر ۱۳۶۶ھ، امداد المطالع تھانوی مجنون ص ۳۵)

اللہ اکبر! اس کے باوجود انہیں اصرار ہے کہ حدیث شریف میں جس المختار کا ذکر ہے اُس سے مراد احمد رضا خان ہیں، کیا اس لئے کہ ان کے رشحاتِ قلم قمر الدیان علی مرتضیٰ قادیانی، السور والعقاب، حجاز اللہ عدوہ وغیرہ رسائل و فتاویٰ نے مخالفین ختم نبوت کے ایوانوں میں زلزلہ بپا کر رکھا ہے؟

(۵) علامہ محمد بن عبد العباس زرقانی مالکی، امام ابو یعلیٰ کی اس روایت نقل کرنے کے بعد مسلمہ کذاب، اسود عیسیٰ وغیرہ کے ظہور کا ذکر کر کے فرماتے ہیں:

ثم كان اول من خرج بعد هذا المختار بن ابي عبيد الثقفي..... ثم سار له الشيطان فادعى النبوة وشرع ان جوبيل ياتيه۔

(شرح المواهب اللدنیہ، مطبعہ مصر ۱۲۹۲ھ، ج ۷، ص ۲۶۵)

”پھر ان کے بعد پہلا شخص مختار بن ابی عبید الثقفی تھا، شیطان نے اسے ہنر باغ دکھائے تو اُس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا اور کہا کہ میرے پاس جبریل امین آتے ہیں۔“

حضرت اسماعیل بن سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حجاج بن یوسف



کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قبیلہ ثقیف میں ایک کذاب ہوگا اور ایک خوشخوار کذاب تو ہم دیکھ چکے، جہاں تک خوشخوار کا تعلق ہے تو میری رشتے میں وہ تم ہی ہو۔ اسلم شریف عربی، مکتبہ شیعہ دہلی، ج ۲ ص ۳۱۲

امام نووی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:-

”حضرت اسماء کا یہ فرمان کہ کذاب تو ہم دیکھ چکے، اس سے اُن کی مراد المختار بن ابی عبیدہ ثقیفی ہے، وہ سخت جھوٹا تھا، اس کا بدترین جھوٹ، اس کا یہ دعویٰ تھا کہ جبریل امین علیہ السلام اس کے پاس آتے ہیں۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس جگہ کذاب سے مراد المختار بن ابی عبیدہ اور ربیعہ (خوشخوار) سے مراد حجاج بن یوسف ہے۔“

(شرح مسلم، ج ۲، ص ۳۱۲)

② کہتے ہیں امام احمد رضا خاں صاحب کارنگ بہت سیایہ تھا اور خالص کے مخالفین ان کو اس رو سیاہی پر عار دلایا کرتے تھے۔ ماخوذ از بریلوی (مفصلٹ)

جن لوگوں کے دل عشق رسالت سے محروپیت کے سبب سیاہ ہو چکے تھے انکی نگاہوں کا اندھیرا تھا جسے انہوں نے امام احمد رضا بریلوی کے رنگ کی سیاہی سے تعبیر کیا۔

ڈاکٹر عابد احمد علی، سابق مہتمم بیت القرآن، پنجاب پبلک لائبریری، لاہور، اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں:-

”حضرت والا (امام احمد رضا بریلوی) بلند قامت، خوب رو اور سرخ و سفید رنگ کے مالک تھے، ڈاڑھی اس وقت سفید ہو چکی تھی مگر نہایت خوبصورت تھی۔“

(مقالاتِ یوم رضا، رضا اکیڈمی، لاہور، ج ۳ ص ۱۸)

مشہور ادیب اور نقاد نیاز فتح پوری نے آپ کی زیارت کی تھی، وہ لکھتے ہیں:-

”اُن کا نورِ علم ان کے چہرے بشرے سے ہویا تھا، فوتی خاکساری

کے باوجود اُن کے روتے زیبا سے حیرت انگیز حد تک خوب ظاہر ہوتا تھا۔“

(پروفیسر محمد سجاد احمد، اختتامیہ خیابانِ صفا، طبع لاہور، ص ۱)

لطیف کی بات یہ کہ اس جھوٹ کے لئے بدنام زمانہ کتاب البریلویہ کا حوالہ دیا گیا ہے جس میں اقترا پر از لوہی کا طواریا تہ دیا گیا ہے اور جو اہل علم کے ہاں کسی وقعت کی حامل نہیں ہے۔ البریلویہ کا جواب اندھیرے سے اجالے تک کے نام سے چھپ چکا ہے۔

③ احمد رضا خاں نے وفات سے ۲ گھنٹے، امنٹ پہلے یہ وصیت کی تم سب محبت اور اتفاق سے رہو اور حتیٰ المكان (حتیٰ الامکان) اتباع شریعت نہ چھوڑو (نہ چھوڑو) اور میرا دین جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ (وصایا شریف ص ۳) (مفصلٹ)

اس وصیت پر کیا اعتراض ہے؟ اس کا کوئی تذکرہ نہیں دراصل یہ نفی کا کرشمہ ہے، دین نام ہے اسلامی عقائد کا، امام احمد رضا بریلوی نے اپنی کتابوں میں جن عقائد کا بیان کیا ہے وہ وہی عقائد ہیں جو چودہ سو سال سے امت مسلمہ کے چلے آ رہے ہیں ان اسلامی عقائد پر قائم رہنا بہر حال ضروری ہے، جبر و اکراہ کی صورت میں بھی تصدیق قلبی کا برقرار رہنا ضروری ہے شرعیات عملی احکام کو کہتے ہیں جن پر بقدرِ طاقت عمل کیا جائے گا (یکلف الله نفسا الاوسعها بالقوة، الآية ۲)

④ آئینہ تحریرات (نقل کفر نباشد)

خدا ناچتا نفرکتا ہے۔ (مفصلٹ)

معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی بصیرت کی طرح بصارت بھی زائل ہو چکی ہے ورنہ اتنا بڑا جھوٹ نہ بولتے۔ امام احمد رضا بریلوی نے جو عقیدہ نقل کیا ہے وہ ان کے ذمہ لگا دیا گیا ہے، انہوں نے فرمایا: ”وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے“



اس کے بعد متعدد اوصاف گنوائے جو اللہ تعالیٰ کے لئے دیوبندی اور وہابی مکتب فکر کے مطابق ممکن ہیں، مخالفین نے سیاق و سباق دیکھ کر غیور ہو کر دیا کہ احمد رضا خاں صاحب کے نزدیک معاذ اللہ! خدا ناچنا تھا کرتا ہے۔ حیرت ہے کہ "نقل کفر کفر نباشد" مگر خدا نقل کرنے کے باوجود امام احمد رضا بریلوی نے جو وہابیوں کا قول نقل کیا تھا وہ ان کے مرقعہ پوپ دیا، پھر امام احمد رضا خاں بریلوی نے تو وہابیہ سے یہ نقل کیا تھا کہ :-  
وہ (خدا) جس کا بہکنا، بھولنا، ..... حتیٰ کہ مر جانا سب کچھ ممکن ہے۔"

جاہل ناقل نے اسے صرف ممکن نہیں سمجھ دیا بلکہ یہ تبدیلی کر دی کہ اللہ تعالیٰ ان اوصاف کے ساتھ بالفعل موصوف ہے (خدا ناچنا تھا کرتا ہے)۔

در اصل ۲۵ اگست ۱۸۸۹ء کو دیوبندی مکتب فکر کے شیخ الامام مولوی محمود حسن صاحب نے اخبار نظام الملک میں ایک بیان دیا :-  
"چوری، شراب خوری، جہل، ظلم سے معارضہ کم فہمی، یہ کلیہ ہے کہ جو مقدور العبد ہے، مقدور اللہ ہے۔"

(سبحان السبوح، نوری کتب خانہ لاہور ص ۳-۱۲۲)

اس کا عام فہم مطلب ہے کہ جو کچھ بندہ کر سکتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی کر سکتا ہے، اس پر رد کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی نے متعدد اوصاف اور عیوب گنوائے جو انسان کر سکتا ہے، مذکورہ بیان کے مطابق وہ سب کلام اللہ تعالیٰ بھی کر سکتا ہے، فتاویٰ رضویہ (مطبوعہ فیصل آباد، ج ۱ ص ۹۱) پر اسی قاعدہ کلیہ کے مطابق فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کے نزدیک خدا کے کہتے ہیں :-

"وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے جسے مکان، زمان، ہمت، ماہیت ترکیب عقلی سے پاک کہنا بدعت حقیقیہ کے قبیل سے اور صریح کفر و کفریہ

ساتھ گننے کے قابل ہے۔۔۔۔۔ ایسے کو جس کا بہکنا، بھولنا، سونا، اُٹھکنا، غافل رہنا، ظالم ہونا حتیٰ کہ مر جانا سب کچھ ممکن ہے۔۔۔۔۔ یہ ہے وہابیہ کا خدا، کیا خدا ایسا ہوتا ہے؟"

(فتاویٰ رضویہ، مطبوعہ فیصل آباد، ج ۱، ص ۹۱)

غور کیجئے کہ اس عبارت کا نہ تو ابتدائی حصہ نقل کیا نہ آخری بلکہ درمیان سے عبارت نقل کر دی ہے، پھر ہر ایک وصف پر نہ بھی لگا ہوا تھا اُسے بھی نقل نہیں کیا، کیوں؟ اس لئے کہ پوری عبارت نقل کر دیتے تو خیانت فوراً کھل جاتی، اتنی دیدہ دلیری تو کبھی دیکھی نہ سنی ع

ہر لا اور مست دزدے کے بگفت چسراغ دارد

(۵) حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد رسالت کا دروازہ کھلا ہے،

اعلیٰ حضرت نے حدائق بخشش حصہ دوم ص ۱ پر فرمایا :

انجام فرمے آغاز رسالت باشد ایک گوہر تاج عبد القادر

(ترجمہ) حضرت شیخ عبد القادر کے بعد پھر سے رسالت کا آغاز ہوگا اور وہ نیاز رسول بھی حضرت شیخ جیلانی کا تاج ہوگا۔ (مبطل)

مشہور مقولہ ہے کہ من لم یعرف الفقه فقد صنف فیہ "جسے فقہ آتی ہی نہیں وہ فقہ کی کتاب کا مصنف بن بیٹھا" اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ جن لوگوں میں امام احمد رضا بریلوی کا کلام سمجھنے کی لیاقت ہی نہیں وہ بھی اُن کے نکتہ چینی اور طعن و تشنیع ضروری خیال کرتے ہیں۔

در اصل مذکورہ شعر ایک رباعی کا حصہ ہے جو دو شعروں پر مشتمل ہے، اس کا دوسرا شعر نقل کیا گیا ہے پہلا کیوں چھوڑ دیا؟ اس لئے کہ دوسرے شعر کا من گھڑت مطلب بیان کر دیا پہلے شعر کا مطلب پتہ ہی نہ پڑا، مکمل رباعی یہ ہے :-



برودت اور الچ عبد القادر  
انجام دے آغاز رسالت باشد  
ایک گوہر تاج عبد القادر  
احدائق بخشش مدینہ پیشنگ پکنی (کراچی ج ۲ ص ۲۷)  
اس رباعی میں حضرت محبوب جانی شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
کے نام نامی عبد القادر کے لطائف کی طرف اشارہ ہے جس کا چوتھا اور ساتواں  
حرف الف ہے اور آخری حرف راء ہے، اسی حرف کے انجام سے تعبیر کیا ہے۔  
(ترجمہ رباعی) (۱)، اللہ تعالیٰ کی وحدت پر ایک شاہ عبد القادر کا چوتھا حرف  
(الف) اور دوسرا شاہ ساتواں حرف (الف) ہے۔  
(۲) اس نام مبارک کا آخری حرف (راء) لفظ رسالت کا پہلا حرف ہے، یہ  
کہو کہ ینکات عبد القادر (نام) کے تابع ہیں (اور اس سے مستفاد ہیں)  
یوں بھی یہ حقیقت ہے کہ مقام ولایت کی جہاں انتہا ہے وہاں سے مقام نبوت و  
رسالت کی ابتداء ہے، پس ہے کہ ع۔

چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند  
نبوت کا کھلا ہوا دروازہ دیکھنا ہو تو تھذیرا کس کا مطالعہ کیجئے جس کی ایک  
عبارت اس سے پہلے گزر چکی ہے۔

(۶) انبیاء علیہم السلام مزارات میں عورتوں سے صحبت کرتے ہیں۔  
انبیاء علیہم السلام کی قبور مطہرہ میں انوارِ مطہرات پیش کی جاتی ہیں وہ ان کے  
ساتھ شبِ باشتی فرماتے ہیں (نور باللہ! اس سے بڑی گستاخی اور کیا ہوگی) (مفلط)  
(ملفوظات حصہ سوم ص ۲۷، حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور)

اس جگہ چند امور قابلِ توجہ ہیں :-  
۱۔ علم مناظرہ کا قاعدہ ہے کہ نقل کرنے والا کسی بات کا ذمہ دار نہیں ہوتا، اس سے

صرف اتنا مظاہر کیا جاسکتا ہے کہ اس کا حوالہ اور ثبوت کیا ہے۔ امام احمد رضا بریلوی نے  
اپنے طور پر یہ بات نہیں کہی بلکہ حضرت علامہ محمد عبد الباقی زرقانی شراح مواہب لدنیہ  
سے نقل کی ہے اور علامہ زرقانی نے یہ بات علامہ ابن عقیل ضلی سے نقل کی ہے، ملاحظہ  
ترشح مواہب لدنیہ زرقانی (مطبوعہ مصر ۱۲۹۲ھ) ج ۶ ص ۱۹۶، اس ثبوت کے بعد  
امام احمد رضا بریلوی پر کسی قسم کی ذمہ داری نہیں رہتی۔

۲۔ یہ کہنا کہ ”انبیاء علیہم السلام مزارات میں عورتوں سے صحبت کرتے ہیں“ خود ساختہ  
عبارت ہے، اسے امام احمد رضا بریلوی کی طرف منسوب کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے،  
انہوں نے جو کچھ نقل کیا ہے انوارِ مطہرات کی نسبت ہے، مطلقاً عورتوں کے بارے  
میں نہیں ہے، نیز انہوں نے ہرگز نقل نہیں کیا کہ ”عورتوں سے صحبت کرتے ہیں“  
ان کا بیان ہے کہ ”وہ ان سے شبِ باشتی فرماتے ہیں“ اور شبِ باشتی کا معنی رات  
گزارنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب، عبد الماجد دریابادی کے نام ایک مکتوب  
میں ایک سے زائد بیویوں کے حقوق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

”صرف دو چیزوں میں عدل واجب ہے۔۔۔۔۔ ایک شبِ باشتی  
اس میں اختیار ہے کہ مضاجعت (ایک جگہ لیٹنا) ہو یا نہ ہو، مباضعت  
(عملِ زوجیت) ہو یا نہ ہو، دوسری چیز الفاق“

(حکیم الامت : عبد الماجد دریابادی ص ۱۷۴)  
اس عبارت نے یہ بات صاف کر دی کہ شبِ باشتی کا معنی ایک جگہ  
پر رات گزارنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور اس کے لئے عملِ زوجیت ضروری نہیں۔

حدیث شریف میں ہے :

وَأَيُّكُمْ مِثْلِي فِي آيَةٍ يُطْعِمُنِي رَيْتِي وَيَسْقِيَنِي

(مسلم شریف عربی، مطبع رشیدیہ، دہلی ج ۱ ص ۳۵)

”تم میں سے میری مثل کون ہے؟ میں رات گزارتا ہوں میرا رب مجھے کھانا پلاتا ہے“



۲۔ حیاتِ انبیاء علیہم السلام بعد از وصال کا مسئلہ علماءِ دیوبند کے نزدیک بھی مسلم ہے، المہند جس پر دیوبندی کتابِ فکر کے چوبیس بڑے بڑے علماء کے دستخط ہیں اس میں لکھتے ہیں :-

” ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا تکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ — برزخی نہیں ہے جو حلال ہے تمام کائناتوں بلکہ سب آدمیوں کو“

(المہند، کتاب فیہ، دیوبند، ص ۱۳)

غور کیجئے جب انبیاء کرام علیہم السلام دنیاوی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں اور دنیاوی زندگی میں اہمات المؤمنین سے ملاقات فرماتے رہے اور جنت میں بھی ملاقات فرمائیں گے تو اگر ابنِ عقیل جنہی نے عالمِ برزخ میں ملاقات کا ذکر کر دیا تو اس میں گستاخی کا کونسا پہلو ہے جب کہ عالمِ برزخ میں بھی آپ کی زندگی دنیا کی سی ہے۔

۴۔ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کے سوانح نگار عزیز الحسن اشرف السوانح میں تھانوی صاحب کے پردادا محمد فرید صاحب کی ڈاکوؤں سے مقابلہ کرتے ہوئے وفات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

” شہادت کے بعد ایک عجیب واقعہ ہوا، شب کے وقت اپنے گھر میں زندہ تشریف لائے اور اپنے گھر والوں کو مٹھائی لا کر دی اور فرمایا اگر تم کسی سے ظاہر نہ کرو گی تو اس طرح سے روز آیا کریں گے لیکن ان کے گھر کے لوگوں کو اندیشہ ہوا کہ گھر والے جب بچوں کو مٹھائی کھاتے دیکھیں گے تو معلوم نہیں کیا شبہ کریں اس لئے ظاہر کر دیا اور آپ تشریف نہیں لائے، یہ واقعہ خاندان میں مشہور ہے“

(اشرف السوانح، کتاب فیہ، اشرفیہ، دہلی، ج ۱، ص ۱۳)

تھانوی صاحب کے پردادا کی یہ کرامت اور یہ تصرف کہ انہوں نے وفات کے بعد عالمِ برزخ سے عالمِ دنیا کا فاصلہ طے کر کے نہ صرف اپنی بیوی سے ملاقات کی بلکہ اسے مٹھائی بھی کھلائی، پھر یہ خواجہ کا معاملہ نہیں بلکہ جیتی جاگتی آنکھوں کے سامنے کا واقعہ ہے، یہ تو نسبِ سلیم، مگر انبیاء کرام کی عالمِ برزخ ہی میں ازواجِ مطہرات سے ملاقات قابلِ تسلیم نہیں ہے بلکہ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے :-

” نعوذ باللہ! اس سے بڑی گستاخی اور کیا ہوگی“

تو گویا تھانوی صاحب کے پردادا کی اپنی بیوی سے ملاقات کا تذکرہ تو اور بھی بڑی گستاخی ہوگی کیونکہ ان کے لئے ایک جہان سے دوسرے جہان میں اگر ملاقات ثابت کی جا رہی ہے، پھر اشرف السوانح کے مرتب کو یہ الزام کیوں نہیں دیا جاتا کہ اس نے اتنی بڑی گستاخی کیوں کی؟

(۷)

حضور شکاری کے روپ میں آئے تھے،

احمد یار خاں نے جبار الحق سے اپر لکھا ہے، حضور نے فرمایا : میں تمہاری مجلس سے ہوں یعنی بشر ہوں، شکاری جانوروں کی سی آواز نکال کر شکار کرتا ہے، اس سے کفار کو اپنی طرف مائل کرنا ہے۔ (پمفلٹ)

جانبِ حق صاحب یہ بیان فرما رہے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حق سے جہاں کھڑے تھے نور و کتابِ شہیدین (الایۃ) میں نور کا مصداق ہیں محبوب رب العالمین ہیں امام الانبیاء والمرسلین ہیں اس عظمت و جلالت کے باوجود فرماتے ہیں اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (الایۃ) اس میں حکمت یہ تھی کہ کفار اور مشرکین کو اپنی طرف مائل کرنا مقصود تھا تاکہ وہ قریب آئیں اور دولتِ ایمان سے مشرف ہوں حضرت رومی فرماتے ہیں :-

زاں سبب فرمود خود را مِثْلُکُمْ تا بگرد آید و کم گردند گم  
اس حقیقت کو بیان کرنے کے لئے ایک مثال بیان کی کہ شکاری جانوروں کی سی آواز نکالتا ہے، اس سے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ شکار قریب آجائے،



مثال کے بیان سے مقصد کسی بات کو عام فہم انداز میں بیان کرنا مقصود ہوتا ہے یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ جس چیز کے لئے مثال دی جا رہی ہے مثال اس کا عین ہے اور ہو ہو اس پر صادق آتی ہے۔ مفتی صاحب کا مقصد صرف اس حقیقت کو مثال سے واضح کرنا ہے کہ کسی کو قریب کرنے کے لئے اس جیسی آواز نکالی جاتی ہے۔ انہوں نے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے شکاری کا لفظ قطعاً استعمال نہیں کیا۔

شاید بعض لوگوں کو یہ مطلب سمجھ نہ آئے اس لئے ایک مثال کے ذریعے سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ایک دفعہ کسی نے مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب سے وعظ کہنے کی درخواست کی اور اصرار کیا اس کے جواب میں انہوں نے کہا :-

”عظ ہم لوگوں کا کام نہیں اور نہ ہمارا وعظ کچھ مؤثر ہو سکتا ہے  
وعظ کا کام تھا مولانا اسماعیل صاحب سید کا اور انہی کا وعظ مؤثر  
بھی تھا۔ دیکھو اگر کسی کو پاخانہ پیشاب کی حاجت ہو تو اس کے قلب  
میں اس وقت تک بے چینی رہتی ہے جب تک وہ ان سے فرا  
حاصل نہ کر لے اور اگر وہ کسی سے باتوں میں بھی مشغول ہوتا ہے یا  
کسی ضروری کام میں لگا ہوتا ہے تو اس وقت بھی اس کے قلب  
میں پاخانہ پیشاب ہی کا تقاضا ہوتا ہے اور طبیعت اس کی تکلیف  
متوجہ ہوتی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ جلد سے جلد اس کام سے فراغت  
پاکر تقاضائے حاجت کے لئے جاؤں۔

سو واعظ کی اہلیت و عظ اور اس کے وعظ کی تاثیر کے لئے کم از کم اتنا تقاضا ہے ہدایت تو ضرور ہونا چاہیے جتنا کہ پافانہ پیشاب کا اگر اتنا بھی نہ ہو تو واعظ وعظ کا اہل ہے اور نہ اس کا وعظ مؤثر ہو سکتا ہے۔ ہم لوگوں کے قلوب میں ہدایت کا اتنا تقاضا بھی نہیں جتنا کہ پافانہ

پیشاب کا اس لئے نہ سیم و عظم کے اہل میں اور نہ ہمارا و عظم کوثر ہو سکتا ہے۔  
ہاں یہ تقاضا مولوی اسماعیل صاحب کے دل میں پورے طور پر موجود تھا  
اور جب تک وہ ہدایت نہ کر لیتے تھے ان کو جہنم نہ آتا تھا۔“

(ارواحِ ثلاثہ (حکایاتِ اولیاء) دارالاشاعت کراچی، ۲۵۲)

اب اگر کوئی ستم ظریف یہ کہہ دے کہ نانوتوی صاحب نے دہلوی صاحب کے وعظ فرمانے کو تھنائے حاجت قرار دیا ہے تو کیا کوئی دیوبندی اسے تسلیم کر لے گا؟ مقصد صرف یہ واضح کرنا ہے کہ مثال کو بعینہً مثل لے، جس کی مثال دی گئی ہے، پر چپاں کر لینا صحیح نہیں ہے۔

(۸) حضرت عائشہ کی شان میں بدترین گستاخی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کرتے ہوئے احمد رضا خاں صاحب  
حدائقِ بخشش حصہ سوم ص ۳ پر رقمطراز ہیں :-

تنگ و چست ال کا لباس اور وہ جون کا امبار  
مسکی جاتی ہے قرب سے کمرنگ لیکن  
یہ پھیٹا پڑتا ہے جون میرے دل کی صورت  
کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بردل سینہ و بر

توبہ، نعوذ باللہ یہ گستاخ عاشق کہلاتے ہیں! خدا را غور کریں۔ (ایفٹ)

ماظنین کرام! اس پر ایک لطیفہ سن لیں۔ ایک شخص کے سر پر شاہی کاجوڑا تھا تو اس نے یہ لاجواب شعر کہا:

چه خوش گفت سعدی در زلیخا

کہ عشق نمود اول وے افتاد مشکبہ !

اس سے یہ فکر نہیں بنتی کہ دونوں مصرعوں کا وزن بھی صحیح ہو ہے یا نہیں اور یہ تو اسے خبر ہی نہ تھی کہ زلیخا مولانا جامی کی تصنیف ہے اور دوسرا مصرعہ حافظ شیرازی کا ہے۔ اس نے یہ دونوں چیزیں شیخ سعدی کے کھاتے میں ڈال دیں اور اس پر خوش کہ شاعرانہ سخن کیا۔ بس یہی حال مفسرین کا ہے، انہیں یہ علم ہی نہیں کہ حدائق بخشش حصہ سوم امام احمد رضا بریلوی



کی تصنیف یا ترتیب نہیں اور نہ ہی ان کی زندگی میں شائع ہوا، یہ حصہ مولانا محبوب علی خاں نے ترتیب دیا اور امام احمد رضا بریلوی کے وصال کے دو سال بعد شائع کیا۔ مولانا محبوب علی خاں نے ابتدائی حصہ پر ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ کی تاریخ درج کی ہے جب کہ اعلیٰ حضرت کا وصال ۱۳۴۰ھ ماہ صفر میں ہو چکا تھا۔

مولانا محبوب علی خاں صاحب نے جسے حصہ کی ترتیب و اشاعت میں واضح طور پر چند فروگزشتیں ہوئیں۔

(۱) انہوں نے اس حصہ کا نام حدائق بخشش حصہ سوم رکھا، صرف یہی نہیں بلکہ ٹائٹل پر ۱۳۲۵ھ کا سن بھی درج کر دیا حالانکہ حدائق بخشش صرف پہلے اصل دو حصوں کا تاریخی نام تھا جو ۱۳۲۵ھ میں شائع ہوئے، تیسرا حصہ تو ۱۳۴۲ھ بلکہ اس کے بھی بعد شائع ہوا۔

(۲) انہوں نے مسودہ تاجہ کشمیر پر اس تاجہ کے پر کر دیا، پریس والوں نے خود ہی کتبہ کر دیا اور خود ہی چھاپ دیا، مولانا نے اس کے پروف بھی نہیں پڑھے، کاتب نے اسے یا نادانستہ چند اشعار جو بالکل الگ نفعی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں کئے گئے اشعار کے ساتھ ملا کر لکھ دئے۔

ان غلطیوں کا خمیازہ انہیں یوں بھگتنا پڑا کہ خطیب مشرق مولانا شائق احمد نظامی نے ممبئی کے ایک مہنت روزہ میں ایک مراسلہ شائع کر دیا اور مولانا محبوب علی خاں کو اس غلطی کی طرف متوجہ کیا۔

دوسری طرف دیوبندی محنت فکر کی طرف سے شد و مد کے ساتھ یہ ہم جہانی گئی کہ مولانا محبوب علی خاں نے حضرت ام المومنین کی شان میں گستاخی کی ہے اس لئے انہیں ممبئی کی جامع مسجد سے بطرف کیا جائے۔

ادھر مولانا محبوب علی خاں کی صاف دلی اور پاک نفسی دیکھئے کہ جو کچھ ہوا اس میں ان کے قصد و ارادہ کا کوئی دخل نہ تھا، تمام تر غلطی کاتب اور پریس والوں کی تھی، اس کے باوجود انہوں نے رسالہ سنی لکھنؤ اور روزنامہ انقلاب میں اپنا توبہ نامہ چھپوایا اور باکتابانی توبہ بھی کی، اعلان توبہ ملاحظہ ہو۔

”حدائق بخشش حصہ سوم ۳ و ۴ میں ہے ترتیبی سے اشعار شائع ہو گئے تھے، اس غلطی سے بارہا فقیر اپنی توبہ شائع کر چکا ہے، خدا اور رسول جل جلالہ و صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی توبہ قبول فرمائیں، امین ثم امین اور سنی مسلمان بھائی خدا اور رسول کے لئے معاف فرمائیں، جل جلالہ و صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین“

(فیصلہ ششہ عمید قرآنیہ ص ۳۲-۳۱)

اس تفصیل سے حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ امام احمد رضا خاں بریلوی پر گستاخی کا الزام کسی طرح بھی درست نہیں بلکہ یہ سراسر بہتان ہے، اس حقیقت پر اس سے بڑی شہادت اور کیا ہو گی کہ تیسرا حصہ چھپنے کے بعد مخالفت کیمپ کی طرف سے تمام تر اعتراضات کی بوچھاڑ مولانا محبوب علی خاں پر تھی جو تیسرے حصہ کے مرتب تھے۔ کسی ایک دیوبندی عالم نے بھی گستاخی کا الزام اعلیٰ حضرت پر نہ لگایا لہذا کہنے دیجئے کہ آج اعلیٰ حضرت پر گستاخی کا الزام لگانے والا فتنہ پرور اور افترا پر داز ہے تفصیل کے لئے دیجئے فیصلہ برآمدہ مطبوعہ مرکزی مجلس صفا لاہور۔

در اصل اعلیٰ حضرت بریلوی نے صراط مستقیم، تقویۃ الایمان، تحذیر الانکس، حفظ الایمان اور براہین قاطعہ وغیرہ کتب کی گستاخانہ عبارات کا جو سخت محاسبہ کیا تھا ان عبارات سے توبہ کرنے کی بجائے جوابی کارروائی کے طور پر ان کے خلاف گستاخ ہونے کا بے بنیاد پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔

صراط مستقیم میں صاف لکھ دیا کہ :

”اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالتناک ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے بُرا ہے“

(محمد امجد دہلوی، صراط مستقیم اردو مطبوعہ کراچی ص ۱۳)



حفظ الایمان میں یہاں تک لکھ دیا :-

” پھر آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے حاصل ہے۔“

محمد اشرف علی تھانوی، حفظ الایمان، کتب خانہ اعجازیہ دیوبند، براہین قاطعہ میں ہے :-

”الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے، شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرنا ہے۔“

(براہین قاطعہ، کتب خانہ امدادیہ، دیوبند، ص ۵۵)

یہ اور اس قسم کی دیگر عبارات پر امام احمد رضا بریلوی نے گرفت کی اور رجوع اور توبہ کا مطالبہ کیا، یہی وہ جرم تھا جس کی بنا پر آئے دن ان پر بے بنیاد الزام لگائے جاتے ہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو دعوتِ حق ترتیب مولانا الحاج محمد منشا تابش قصوری جس میں اصل کتابوں کے صفحات عکس دئے گئے ہیں۔

اب ذرا دل بتمام کر چشم حیرت سے درج ذیل اقتباس ملاحظہ فرمائیں

تھانوی صاحب اپنے ایک مکتوب المخطوب المذنبہ میں لکھتے ہیں :-

” ایک ذاکر صالح کو مکشوف ہوا کہ احقر کے گھر حضرت عائشہ

آنے والی ہیں، میرا ذہن معاً اس طرف منتقل ہوا (کہ کم سن بیوی ملے گی) اس مناسبت سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب نکاح کیا تھا تو حضور کا سن شریف پچاس سے زیادہ تھا اور حضرت عائشہ بہت کم عمر تھیں وہی قصہ یہاں ہے۔“ (محمد اشرف علی تھانوی، المخطوب المذنبہ، ص ۵۸)

یہ خواب تھانوی صاحب کی دوسری بیوی کی آمد سے پہلے کا ہے جو ان کی شاگرد بھی تھیں، ان کی آمد کے بعد کا خواب بھی ملاحظہ کیجئے، تھانوی صاحب کے انتہائی عقیدت مند عبد الماجد دریا بادی ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :-

”پرسوں شب گھر میں ایک عجیب خواب دیکھا، دیکھا کہ مدینہ منورہ کی مسجد قبا میں حاضر ہیں، وہیں جناب (تھانوی صاحب) کی چھوٹی بیوی صاحبہ بھی ہیں۔ یہ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئیں انہوں نے دریافت فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر دیکھو گی؟ انہوں نے بڑے اشتیاق کے ساتھ کہا ضرور! اتنے میں کسی نے کہا کہ یہ تو عائشہ صدیقہ ہیں، اب یہ بڑے غور سے انکی طرف دیکھ رہی ہیں کہ صورت شکل، وضع و لباس چھوٹی بیوی صاحبہ کا ہے، یہ حضرت صدیقہ کیسے ہو گئیں؟ اتنے میں پھر کسی نے کہا نہیں یہ حضور کی بہو ہیں۔ اب یہ اپنے دل میں اور بھی حیرت کر رہی ہیں کہ حضور کے تو کوئی صاحبزادہ ہی نہ تھے تو ہو کیسی؟ اتنے میں پھر آواز آئی کہ ہر کلمہ گو حضور کی اولاد ہے اور مولانا اشرف علی صاحب بزرگ تو خاص الخاص اولادِ حضور ہیں، ان کی بیوی حضور کی بہو کہلائی گی۔“

(عبد الماجد دریا بادی، حکیم الامت (انجم الدین لاہوری، ص ۹-۵۴۸)



تھا نوی صاحب اس مکتوب کے جواب میں لکھتے ہیں :-

”کسی کا حضرت عائشہ کتنا اشارہ ہے وراثت فی بعض الاذات

(الادوات) کی طرف۔“

(ایضاً ص ۵۴۹)

ان دو خوابوں کے ساتھ ساتھ ایک تیسرا خواب بھی پیش نظر ہے جس کا ذکر اس سے پہلے کیا جا چکا ہے کہ تھا نوی صاحب کا ایک مرید تھا نوی صاحب کا کلمہ پڑھتا ہے، تھا نوی صاحب پر براہ راست درود بھیجتا ہے اور تھا نوی صاحب اسے لکھتے ہیں :-

”اس میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ جو تمہارے لیے نفع سنت ہے۔“

(الامداد صفحہ ۳۲۱ ص ۳۵)

اب ذرا ایک لمحہ کے لئے رک کر خوابوں کے اس تسلسل پر غور کیجئے کہ پہلی خواب میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آمد کی خبر سے تھا نوی صاحب کا ذہن فوراً دوسری بیوی کی طرف جاتا ہے دوسرے خواب میں دوسری بیوی کو عائشہ صدیقہ کہا گیا پھر مرید، تھا نوی صاحب کا کلمہ پڑھتا ہے، آخر یہ کس منزل کی طرف پیش قدمی ہے؟ اور ایسی خوابوں کا شائع کرنا اور ان پر ہر تصدیق ثبت کرنا کیا حضرت ام المؤمنین کی شان میں گستاخی نہیں ہے؟ اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی یوں سرزنش فرماتے ہیں :-

واقعہ ڈھالیں ماں کا آنا زن کا ذہن لٹاتے یہ ہیں

جن پر لاکھوں مائیں تصدق تعبیر ان کی بناتے یہ ہیں

وہ تو مسلمانوں کی ماں ہیں کہ اسلام رکھتے یہ ہیں

(الاستمداد، مکتبہ نبویہ، لاہور ص ۸۵)

۹ ہر ولی مرید کی مٹی کے قطرے محل میں گرتے دیکھتا ہے۔

ولی کامل کی شان بیان کرتے ہوئے نجم الرحمن بحوالہ صاحبہ الرحمۃ

پر لکھا ہے :-

”کسی عورت کی شرمگاہ میں کوئی لطف قرار نہیں پکڑتا مگر وہ کامل

اس کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔“

نیز اعلیٰ حضرت نے ملفوظات حصہ ۲ ص ۴۹ پر ذکر کیا ہے کہ سید احمد شاہی

جب بیوی سے ہمبستری کر رہے تھے تو سیدی عبدالعزیز دباغ ان کے پاس غالی پلنگ پر حاضر تھے اور فرمایا کہ کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں ہر آن ساتھ ہے۔“

(مفلط)

ہمارے سامنے حضرت علامہ مولانا غلام محمد قدس سرہ پبلاں، ضلع میانوالی کی تصنیف لطیف نجم الرحمن (مطبوعہ نوری کتب خانہ، لاہور) موجود ہے اس کے صفحہ ۵۵ پر پوری کتاب میں یہ عبارت نہیں ہے لہذا اس غلط بیانی کا جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے، پھر اس دروغ بافی کا کیا علاج کہ مرنخی جمائی جا رہی ہے کہ ”ہر ولی مرید کی اپنے“ پر نقل کردہ دونوں عبارتوں میں سے کسی میں یہ نہیں ہے کہ ہر ولی دیکھتا ہے۔ یاد رکھئے کہ جھوٹے پروپیگنڈے سے کسی قوم کو حقیقی مرید حاصل نہیں ہو سکتی۔

ملفوظات کی نقل کردہ عبارت میں امام احمد رضا بریلوی اس کے نقل میں اور ناقل کی ذمہ داری یہ ہے کہ حوالہ دکھادے چنانچہ یہ واقعہ حضرت علامہ احمد بن مبارک نے الابیز عربی (مطبوعہ مصطفیٰ البابی، مصر) کے صفحہ ۳ پر نقل کیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ کشف کا معاملہ ہے اور محض اگرچہ اولیاء کا ملین کیلئے کشف کے معنی میں مگر اہل سنت اس کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ انبیاء و اولیاء کے لئے بیشمار اشیاء کو منکشف فرمادیتا ہے اور بسا اوقات ان کے قصد و ارادہ کا دخل نہیں ہوتا۔



قاضی شہرہ اللہ بانی تہی ارشاد باری تعالیٰ وَكَذَلِكَ نُنْزِلُ الْكِتَابَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَكُونَ مَكْرُوهَاتِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ (الانبیاء) کی تفسیر میں ایک حدیث نقل فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملکوت سماوی وارضی کا مشاہدہ کرایا تو انہوں نے ایک شخص کو برکاری میں مصروف دیکھا۔ آپ نے اس کے خلاف دعا فرمائی تو وہ ہلاک ہو گیا پھر دوسرے شخص کو اسی حالت میں دیکھا، اس کے خلاف دعا فرمائی تو وہ بھی ہلاک ہو گیا، پھر تیسرے شخص کو دیکھا اور اس کے خلاف دعا کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا ابراہیم! تم سبجاہ الدعوتہ ہو میرے بندوں کے خلاف دعا نہ کرو۔

(تفسیر طبری عربی، مذود الصنفین، دہلی ج ۳ ص ۲۵)  
انصاف سے بتائیے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں کیا کہا جائیگا؟ امیر شاہ خان صاحب کی یہ حکایت بھی چشمِ بعثت سے چٹھے :-

”شاہ ولی اللہ صاحب جب بطنِ مادر میں تھے تو ان کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب ایک دن خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے اور مراقب ہوئے اور ادراک بہت تیز تھا، خواجہ صاحب نے فرمایا کہ تمہاری زوجہ حاطہ ہے اور اس کے پیٹ میں قطب الاقطاب ہے، اس کا نام قطب البین رکھو۔“  
(حکایات اولیاء، دارالانشاعت، کراچی ص ۲)

اسی کتاب میں نانوتوی صاحب کے حوالے سے شاہ عبدالرحیم لایٹی کے مرید عبداللہ خان کے بارے میں لکھا ہے :-

”ان کی حالت یہ تھی کہ اگر کسی کے گھر میں حمل ہوتا اور وہ تعویذ لینے آتا تو آپ فرما دیا کرتے تھے کہ تیرے گھر میں لڑکی ہوگی یا لڑکا،

اور جو آپ بتا دیتے تھے وہی ہوتا تھا۔“

(حکایات اولیاء، ص ۱۲۰)

ایمان سے کہنے کہ جن لوگوں کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی مافی الارحام کا علم نہیں دیا گیا وہ کس طرح ان حکایات کو لک لک کر بیان کرتے ہیں؟ آخر کو شاہ ولی اللہ صاحب اور عبداللہ خان صاحب کی کرامت جو بیان کرتے ہیں، جن لوگوں کو غوث زمانہ سیدی عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے کشف پر اعتراض ہے حالانکہ ان کا مقصد ایک غیر شرعی عمل سے منع کرنا تھا، اظہار کشف مقصود نہ تھا وہ عبداللہ خان صاحب کے عورتوں کے دھو میں جھانک کر لڑکا یا لڑکی معلوم کر لینے پر اعتراض کیوں نہیں ہوتے؟ پھر یہ عمل ایک آدھرتہ کا نہ تھا ”آپ فرما دیا کرتے تھے“ کے الفاظ تو تسلسل اور تواتر کی نشاندہی کرتے ہیں۔

(۱۰) نمازیں غیر عورت کی شرمگاہ دیکھنے میں کوئی حرج نہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۵۵-۵۶ پر فرمایا :-  
”نمازیں بیگانہ عورت کی شرمگاہ پر نظر پڑے جب بھی نماز و وضو میں کوئی غفلت نہیں، اگر قصداً بھی ایسا کرے تو مکروہ ضرور ہے، نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (پہلٹ)  
اس جھوٹ اور فریب کاری کو بے نقاب کرنے کے لئے اصل عبارت کا نقل کر دینا کافی ہے، امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں :-

”نمازیں اگر بیگانہ عورت کی شرمگاہ پر نظر پڑے جب بھی نماز و وضو میں غفلت نہیں مگر عورت کی مائیں بیٹیاں اس پر حرام ہو جائیں گی جب کہ فرج داخل پر نظر نہ پڑے پڑی ہو اور اگر قصداً ایسا کرے تو سخت گناہ ہے مگر نماز و وضو جب بھی باطل نہ ہوں گے۔“

(فتاویٰ رضویہ مطبوعہ فیصل آباد ج ۱ ص ۵۵)



حیرت ہے کہ اس صاف اور صریح عبارت میں مذکور ہر گم کے پیش نظر کس طرح کھلی خیانت سے کام لیا گیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ”نظر جاڑے“ اس کا واضح مطلب ہے کہ قصد و ارادہ کے بغیر نظر چائے، قصد و ارادہ سے دیکھنے کا ذکر انہوں نے بعد میں راحت کے ساتھ کیا ہے مگر یہ صاحب ”دیکھنے میں کوئی حرج نہیں“ کہہ کر یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ قصد اور دیکھنے کی بات جو رہی ہے پھر انہوں نے تصریح فرمادی کہ عورت کی مائیں بیٹیاں اس پر حرام ہو جائیں گی اور قصد ایسا کر سے تو سخت گناہ ہے۔ اس کے باوجود امام احمد رضا بریلوی پر افتراء کیا جا رہا ہے کہ ان کے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے خالف اللہ المشتکی۔

اب نگے ہاتھوں آپ بھی ان کا ایک مسئلہ ملاحظہ کر لیں۔ دیوبندی حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں :-

”مسئلہ: کسی پر غسل فرض ہو اور پردے کی جگہ نہیں تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ مرد و کمردوں کے سامنے برہنہ ہو کر نہانا واجب ہے، اسی طرح عورت کو عورت کے سامنے بھی نہانا واجب ہے۔“

بہشتی گو ہر حصہ یا زدمم، ملک دین محمد، لاہور صلا،  
اب اس کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہے کہ اگر پردے کی جگہ نہ ہونے کے سبب کوئی چادر باندھ کر نہالے یا دوسرے آدمی کو کہے کہ تو منہ دوسری طرف کر کے کھڑا ہو جا، تاکہ میں غسل کروں تو وہ واجب کا تارک ہو گا اور امامت و شہادت کے لائق نہ ہو گا۔

۱۱ نماز میں عضو مخصوص کے تناد سے ازار بند ٹوٹ گیا۔

اعلیٰ حضرت کا فتوہ سے بیان کرتے ہوئے ان کے خلیفہ فرماتے ہیں المیزان

احمد رضا نمبر ص ۲۳۳۔

امام احمد رضا نے ارشاد فرمایا کہ قعدہ اخیرہ میں بعد تشہد ”حرکت نفس“ سے میرے انگرکھے کا ازار بند ٹوٹ گیا تھا، چونکہ نماز تشہد پر ختم ہو جاتی ہے اس وجہ سے آپ لوگوں کو نہیں کہنا اور گھر جا کر بند درست کر کے اپنی نماز احتیاطاً پھر پڑھ لی۔ (پمفلٹ)

اخلاقی دیوالیہ پن کی انتہا اس سے بڑھ کر کیا ہوگی؟ ایسی خیانتوں پر تو تہذیب و شرافت بھی سرپیٹ کر رہ جاتی ہیں۔ انگرکھا شیروانی کی طرز کی ایک پوشاک کا نام ہے۔ مولوی فیروز الدین صاحب اردو کی مشہور لغات میں لکھتے ہیں: ”انگرکھا (ان گر کھا)، ایک قسم کا مردانہ لباس، قبا“

(فیروز اللغات اردو، فیروز سنز، لاہور، ص ۱۳۲)

اور نفس (دفاع کے فتح کے ساتھ) سانس کو کہتے ہیں، پاس انفاس صوفیہ کی معروف اصطلاح ہے۔ ہوا یہ کہ سانس کی آمد و رفت سے قبا کا بٹن یا بند ٹوٹ گیا، باوجودیکہ نماز تشہد پر لوہری ہو چکی تھی پھر بھی امام احمد رضا بریلوی نے احتیاطاً نماز دوبارہ پڑھ لی مگر بڑا ہوبہو بینی اور بُری نیت کا کہ وہ کسی اور ہی پتھر میں ہے۔ ان لوگوں سے کوئی پوچھے کہ یہ عضو مخصوص اور ازار بند کس لفظ کا معنی ہے؟

اگر آپ کو ایسی ہی شہوانی باتوں کا شوق ہے تو بہشتی زیور کا باطن طبع پڑھ لیجئے یا دیوبندی حکایات اولیاء کا مطالعہ کیجئے، آپ کے ذوق کی تسکین کا بہت سا سامان مل جائے گا، ذرا ملاحظہ کیجئے:

”مولانا (نانوتوی صاحب) بچوں سے ہنستے بولتے بھی تھے اور

جلال الدین صاحبزادہ مولانا محمد یعقوب صاحب جو اُس وقت بالکل بچے

تھے بڑی ہنسی کیا کرتے تھے، کبھی ٹپنی اتارتے، کبھی کر بند کھول

دیتے تھے۔“ (حکایات اولیاء، ص ۳۱۷)



حکایات اولیاء ص ۳۳۹ اور تذکرۃ الشہید المکتبہ بحر العلوم، کراچی، ۲۶ ص ۲۸۹ کا مطالعہ کر لیجئے، آپ کو مولانا گنگوہی اور مولانا نانوتوی صاحب کے روابط کا اندازہ ہو جائے گا۔ مجھے تو ان شرمناک حوالوں کے نقل کرنے سے بھی محاب محسوس ہوتا ہے۔

(۱۲) اعلیٰ حضرت کو دیکھ کر صحابہ کی زیارت کا شوق کم ہو گیا۔  
مولانا کے زہد و تقوٰے کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا ہے کہ ان کو دیکھ کر صحابہ کی زیارت کا شوق کم ہو گیا۔

(وصایا بریلوی، ترتیب سنین رضا ص ۲۵)  
علماء اہل سنت معصوم نہیں کہ ان سے غلطی کا صدور ہی نہ ہو سکے، اس کے ساتھ ہی ان کا خاصہ ہے کہ جب انہیں آگاہ کیا گیا تو انہوں نے توبہ اور رجوع کرنے میں عار محسوس نہیں کی بلکہ اپنی عاقبت سنوارنے کے لئے اعلانیہ توبہ سے بھی گریز نہیں کیا جب کہ دیوبندی مکتب فکر کے علماء ہمیشہ اسے اپنی آنا کا مسئلہ بنایا اور توبہ سے گریز کیا۔

حدائق بخشش حصہ سوم کے مرتب مولانا محبوب علی خاں کی نو کا ذکر گزشتہ صفحات میں کیا جا چکا ہے۔ وصایا شریفیہ کے مرتب مولانا حسین رضا خاں کا بیان ملاحظہ ہو جو فقہ خداوندی، مطبوعہ بمبئی ۱۳۵۵ھ اور ضمیمہ ایمان افروز وصایا میں چھپ چکا ہے، انہوں نے فرمایا :-

” اس مضمون کا عنوان بیان غلط شائع ہو گیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ کاتب ایک وہابی تھا اس کی وہابیت ظاہر ہونے پر اس کو نکال دیا گیا اور اسم کاموں میں میری مصروفیت و مشغولیت کے سبب یہ رسالہ بغیر تصحیح کے شائع ہو گیا۔“

اصل عبارت یہی :-

” زہد و تقوٰے کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اتباع سنت کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زیارت کا لطف آگیا یعنی اعلیٰ حضرت قبلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے زہد و تقوٰی کا مکمل نمونہ اور مظہر قائم تھے۔“

اس عبارت کو وہابی کاتب نے تحریف کر کے لکھ ڈالا مگر چونکہ میری غفلت و بے توجہی اس میں شامل ہے اس لئے میں مخالفوں کا احسان ماننے ہوتے کہ انہوں نے اس عبارت پر مجھے مطلع کر دیا، (عدو و شوم سبب غیر اگر خدا خواہد) اپنی غفلت سے توبہ کرنا ہوں اور سنی مسلمانوں کو اعلان کرنا ہوں کہ وصایا شریف کے ص ۲۵ میں اس عبارت کو کاٹ کر عبارت مذکورہ بالا لکھیں، طبع آمدہ میں انشاء اللہ اس کی تصحیح کر دی جائیگی۔

(وصایا شریف مع ضمیمہ، مولانا یسین اختر عظمیٰ، مکتبہ اشرفیہ مدینہ، ص ۲۵)

مخالفین اس کے باوجود بار بار اس عبارت کا حوالہ دے رہے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نہ تو خود اپنی کوتاہیوں پر توبہ کرنا چاہتے ہیں اور نہ ہی کسی کو توبہ کرتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں، گویا ان کے نزدیک سورج مغرب سے طلوع ہو چکا ہے اور توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہے، نعوذ باللہ من ذلک۔

(۱۳)

اعلیٰ حضرت نے صدیق اکبر کی شان پائی۔

شاہ احمد نورانی تھکے والد صاحب نے اعلیٰ حضرت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا، سوانح اعلیٰ حضرت ص ۱۴۸ :



میاں ہے شانِ صدیقی تہا لے صدق و تقویٰ سے  
کوں کیوں کر نہ اتنی جب کہ خیرِ التفسیر تم ہو  
(پفلٹ)

اس شعر کا مطلب سوائے اس کے کچھ نہیں کہ امام احمد رضا بریلوی صدق و تقویٰ میں شانِ صدیقی کے مظہر ہیں، یہ سراسر غلط بیانی ہے کہ اعلیٰ حضرت نے صدیقِ کبر کی شان پائی۔

محمد جعفر نقوی سیڑی، سید احمد بریلوی کے دو غلیفوں مولوی عبدالحی صاحب اور مولوی اسماعیل دہلوی صاحب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

”یہ دونوں بزرگ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی مانند آپ کے یارِ غار اور جانثار تھے۔“

(حیاتِ سید احمد شہید: نفیس اکٹڈی، کراچی، ۱۹۵۰ء)  
دونوں بزرگ توشیحین کر بین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مانند ہوتے، خود سید صاحب کس کی مانند ہوتے، خود ہی سوچ لیں۔

بہی نقوی سیڑی صاحب، سید صاحب کی شان میں ایک قصیدہ نقل کرتے ہیں جس میں یہ اشعار بھی ہیں :-

صدق میں ثانیِ اثنین کی مانند قوی

جد اور جد میں اسلام کے ثانیِ عمر

شرم میں حضرت عثمان سا جوں کجرجا

اور صفِ جنگ میں ہم طرز علی صفدر

(حوالہ مذکورہ، ص ۱۶)

کہہ دیجئے کہ ان اشعار کا مطلب یہ ہے کہ یہ صاحب نے خلفائے راشدین کی شان پائی ہے۔

مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کی وفات پر مولوی محمود حسن صاحب کا مرثیہ پڑھئے، صاف معلوم ہو جائے گا کہ مبالغہ اور غلو نہ موم کے مراتب کس طرح طے کئے گئے ہیں، چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں :-

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا

اس سبجائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

(مرثیہ: مطبع بلالی ساڈھورہ، ص ۳۳)

انصاف سے بتائیے کہ کیا یہ کلمۃ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چیلنج نہیں ہے؟

قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں

عبدیہ سود کا ان کے لقب ہے یوسف ثانی (ص ۱۱)

جس کے کالے کلوٹے غلاموں کا لقب یوسف ثانی ہو اس کے گورے چٹے غلاموں اور خود اس کا کیا مقام ہوگا؟ کیا یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی بارگاہ میں گستاخی نہیں ہے؟

وفاتِ مقررِ عالم کا نقشہ آپ کی رحلت

وہ نقی صدیق اور فاروق کچھ کہتے عجیب ہے

نقعی ہستی گر نظیر ہستی محبوبِ سبحانی

شہادت نے تجھ میں قدوسی کی گر ٹھانی

(ص ۱۱)

ختم ہے آپ کو ربِّ ذوالجلال کی! انصاف و دیانت سے بتائیے کہ گنگوہی صاحب کو صاف لفظوں میں صدیق اور فاروق نہیں کہا گیا؟ جب انسان دین اور دیانت کو خیرِ باد کہہ دیتا ہے تو اسے دوسرے کی آنکھ کا تینکا نظر آتا ہے، اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔

مدرسہ دیوبند کے مدرسِ اول مولوی محمود حسن صاحب نے مولوی محمد قاسم نانوتوی



اور مولوی رشید احمد گنگوہی کی شان میں ایک اور قصیدہ لکھا ہے اس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں جنہیں پڑھ کر ایک مسلمان کا دل لرز اٹھے۔

سامراجی زمانہ سے بچ پایا دیں کو میں تو کہتا ہوں کہ مین پٹی عمارتوں  
(قصیدہ مدحیہ: بلالی پریس ساڈھورہ، ص ۱)

قاسم خیر رشید احمد ذیشان نون ہیں سچائے نماں پرست کنگال نون (ص ۱)  
دیکھیں کس جرأت اور بے باکی سے دونوں کو موسے عمران میسجائے نماں  
اور پرست کنگال کہا جا رہا ہے، نعوذ باللہ تعالیٰ من ذلک۔

اسی پریس نہیں یہاں تک کہ دیا ہے  
وہ تناسب کہ تقابلیں خلیل و قائم

رکھتے عیسیٰ سے مین ہمدی دوران نون (ص ۱)

یعنی یہ دونوں ہمدی دوران میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے ہیں اور جو تناسب میدان ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور قائم الانبیاء حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان تھا وہی ان دونوں کے درمیان ہے، دل تھا کہ مینائیے کہ ان اشعار کو گستاخی کے کس درجہ میں قرار دیں گے؟

۱۵-۱۴ آخر میں نجائب اہل سنت اور مسلم لیگ کی ذریعہ بخیرداری کے حوالے سے علامہ اقبال اور قائد اعظم کے بارے میں چند عبارات نقل کر کے اپنا دل ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی گئی ہے حالانکہ یہ کتابیں چند حضرات کی ذاتی و انفرادی رائے پر مبنی ہیں جو سواد اعظم اہل سنت و جماعت کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے چند افراد کی ذاتی رائے کی ذمہ داری پوری جماعت پر نہیں ڈالی جاسکتی۔

غزالی نمان حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی مدظلہ اپنے ایک مکتوب تحسیر پر کردہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۸۴ء میں تحریر فرماتے ہیں :-

”تجانب اہل سنت کسی غیر معروف شخص کی تصنیف ہے جو ہمارے نزدیک قطعاً قابل اعتماد نہیں ہے لہذا اہل سنت کے مسلمات میں اس کتاب کے شامل کرنا قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے اور اس کا کوئی حوالہ ہم پر حجت نہیں ہے سالہا سال سے یہ وضاحت اہل سنت کی طرف سے ہو چکی ہے کہ ہم اسکے کسی حوالہ کے ذمہ دار نہیں“ سید احمد سعید کاظمی

یاد رہے کہ یہ بعض حضرات اگر مسلم لیگ سے اختلاف رکھتے تھے تو انہیں کانگریس سے بھی کوئی ہمدردی نہ تھی بلکہ کانگریس کے بھی شدید ترین مخالف تھے اس کے برعکس علماء دیوبند کی اکثریت نہ صرف مسلم لیگ کی مخالف تھی بلکہ کانگریس کی کٹر حامی تھی۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مقدمہ اکابر تحریک پاکستان از جناب سید محمد فاروق قادری اور تحریک پاکستان اور ششلسٹ علماء از چوہدری حبیب احمد اور علامہ اقبال در پاکستان از جناب راجہ رشید محمود۔

جہاں تک علماء اہل سنت کا تعلق ہے انہوں نے من حیث الجماعت تحریک پاکستان کو کامیابی سے پہنچا کر کے لئے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر دی تھیں اور آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس ۱۹۴۶ء، تحریک پاکستان کے لئے سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس  
تحریر کیے ادبی ہند اور السواد اعظم  
اکابر تحریک پاکستان دو جلد  
مولانا جلال الدین قادری  
پروفیسر محمد مسعود احمد  
محمد صادق قصوری



# تاریخ نجد و حجاز

مفتی محمد عبد القیوم قادری

- عظیم اسلامی سلطنت ترکی کا خاتمہ کیوں اور کیسے ہوا؟
- ابن عبد الوہاب نجدی اور لارنس آف عربیہ کون تھے؟
- عرب قوم کا فتنہ اور اس کے محرکات؟
- امریکہ، برطانیہ اور دیگر غیر مسلم دشمن طاقتوں نے ترکوں کے اقتدار کو ختم کرنے میں کیا کردار ادا کیا؟
- یہ اور بہت سے تاریخی حقائق بے نقاب
- محققین، مورخین، علماء، طلباء کیلئے اس صدی کا
- عظیم تاریخی شاہکار۔ تاریخ نجد و حجاز، قیمت - ۴۲/-

علمائے دیوبند کی کتابخانہ عبارات  
کا اہم عوامی عدالت میں

## دعوتِ سر

۱۲/-

محمد منشاہد بش قصوی

مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون بوماری دروازہ لاہور